جناب محمد شہاب اشرف خٹک *

جدید فقہی مسائل اور ان کا حل علماء کرام کی نظر میں

الحمد الله الذی شرح صدورنا بالاسلام والصلوة والسلام علی سیدنا وسید الانام الذی هدانا الی ماهو حلال وحرام وعلی آله واصحابه اجمعین

اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء کرام کے ذریعے جو احکام اور اصول بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل فرمائے ان سب پر اپنے اپنے دور میں قانون اسلام کا اطلاق ہوتا رہا ہے۔ اصول سب ایک ہی تھے حکمت خداوندی کے تحت علل واسباب اور مکلفین کے حالات وعادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے فروعات اور جزئیات میں ترمیم وتنسیخ جاری رہی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور ان پر اپنے کلام برحق کو نازل فرما کر دین اسلام کی تکمیل کا اعلان فرمایا۔ مسائل واحکام کا سارا ذخیرہ دراصل قرآن وسنت ہے لیکن اتنی بات تو ہر صاحب عقل تسلیم کرے گا کہ قرآن وحدیث کے اندر ایک خاص انداز میں حقائق واحکام پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دوسری طرف یہ بھی مسلم ہے کہ عموماً ہر شخص کو ہر زمانہ میں حالات یکساں پیش نہیں آتے بلکہ مختلف ڈھنگ سے صورتحال سامنے آتی ہے ہر ایک میں یہ فہم وبصیرت کہاں ہے جو کلام اللہ اور سنت نبوی سے اپنے حالات کے مطابق ہر ہر جزئی کا جواب حاصل کرلے؟ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں یعنی علماء کرام اور ارباب افتاء کو یہ توفیق بخشی ہے کہ انہوں نے ان جدید فقہی مسائل کا حل قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں نکالا ہے یقیناً ان کی یہ کاوش وقت اور حالات کی ایک اہم ضرورت ہے۔ جدید فقہی مسائل کا تعلق عبادات' معاشرت' معاملات اور اجتماعی مسائل سے ہے۔ مسائل تو کافی زیادہ ہیں لیکن اس زیر نظر مضمون میں مختصراً چند جدید فقہی مسائل کو لیا گیا ہے۔ جن کے حل میں علماء کرام اور محققین کی آراء کو پیش کیا گیا ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کو ان کے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

مسئلہ: قرآن کے ٹیپ یا پلیٹ کو بے وضو چھونا گراموفون یا کیسٹ میں قراء سے قرآن مجید کی آوازیں

* ایم۔ اے۔ ایم فل اسلامیات۔ گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

ایک خاص ایجاد سے بند کی جاتی ہیں پھر جس پلیٹ یا کیسٹ میں قرآن مجید کی یہ آوازیں بند ہیں تو کیا ان کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں علماء کرام نے مختلف موقف اختیار کیا ہے۔ صاحب امداد الفتاویٰ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور صاحب احسن الفتاویٰ حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے اپنی تصانیف میں اس مسئلہ کے بارے میں رائے دی ہے کہ پلیٹ یا ٹیپ ریکارڈ کی کیسٹ میں نہ قرآن کریم کی کتابت ہے اور نہ اس کی آواز قرآن کریم کی آواز ہے بلکہ نقل اور عکس تلاوت، کا ہے جو صدائے بازگشت کی طرح آواز کی نقل ہے اس لئے اسے بے وضو چھونا جائز ہے اور سجدہ کی آیت سننے سے سجدہ بھی واجب نہ ہوگا۔ (۱)

اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ قرآن کی آیات کے کیسٹ کو بے وضو چھونا جائز نہیں کیونکہ قرآن پاک کو چھونے کی ممانعت کا اصل سبب قرآن مجید کا احترام ہے جس طرح تحریر الفاظ قرآنی کا نقش ہے جو قرآن مجید پر دلالت کرتا ہے اسی طرح کیسٹ بھی آواز قرآنی کا نقش ہے جو قرآن مجید پر دال ہیں۔ لہٰذا کاغذ جس میں قرآن کے الفاظ محفوظ کیے گئے ہیں قابل احترام ہیں تو کیسٹ کا فیتہ بھی واجب الاحترام ہوگا جن میں قرآن پاک کی آواز کو محفوظ کیا گیا ہے۔ البتہ یہ فیتہ کے اوپر جو پلاسٹک کا کیس ہے اس کی حیثیت غلاف کی ہوگی اور اسکے چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں، بہرحال اس قول میں احتیاط ہے۔ (۲)

اور اس بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ گراموفون کے جس ریکارڈ (پلیٹ) میں قرآن مجید کی کوئی آیت محفوظ ہو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے۔ کیونکہ وہ قرآن مجید کے حکم میں نہیں اور نہ آیات وکلمات اس طرح لکھے ہوئے ہیں جس طرح عام طور پر لکھا جاتا ہے اور ان کے اندر قطعہ تو بتا پر جو کچھ حروف کے مخارج کندہ ہوتے ہیں ان کی وجہ سے ریکارڈ کو قرآن کا حکم نہیں دیا جاسکتا (۳)

لہٰذا اس مسئلہ میں علمائے کرام نے اپنی رائے دی ہے کہ گراموفون کی پلیٹ یا ٹیپ ریکارڈ کی کیسٹ کو بے وضو ہاتھ لگانا جائز ہے کیونکہ یہ اصل چیز تو نہیں صرف نقل کی گئی تو اس اعتبار سے اگر کوئی بے وضو آدمی اس کو ہاتھ لگائے یا اٹھائے گنہگار نہیں ہوگا۔ لیکن دوسری طرف ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے اگر اس میں احتیاط کی جائے یعنی اگر وضو کر کے اٹھایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں احتراماً اچھا ہے۔

مسئلہ: ہوائی جہاز میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں واضح ہو کر علماء کرام نے اسکی دو صورتیں لکھی ہیں۔

۱۔ جہاز میں بغیر کسی عذر کے نماز بیٹھ کر پڑھنا ۲۔ عذر اور مجبوری کی وجہ سے جہاز میں پڑھنا

صورت ثانیہ کی تفصیل یہ ہے کہ ہوائی جہاز بوقت پرواز چلتے ہوئے بحری جہاز کی طرح ہے یعنی اس میں بوجہ عذر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (۴)

اورصورت اولیٰ کا حکم جبکہ کوئی عذر لاحق نہیں اور جہاز بھی زمین پر ہےاس میں بالاتفاق نماز صحیح ہے تاہم اگر نیچے اترنے کی گنجائش ہے تو نیچے اتر کر نماز ادا کرلیں تا کہ ارکان نماز کامل طور پر ادا ہو سکے اس مسئلہ کے بارے میں مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب فرماتے ہیں کہ ہوائی جہاز اگر زمین پر کھڑا ہے تب تو اس میں نماز پڑھنا اور نماز کا صحیح ہوجانا ظاہری ہے لیکن اگر وہ اڑ رہا ہو اس کا خطرہ ہو کہ اترنے تک انتظار کیا تو نماز کا وقت نکل جائے گا تو اڑتے ہوئے جہاز میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔(۵)

اس ضمن میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں اس مسئلہ کا حاصل جواب یہ ہے کہ جن عذروں کے سبب اونٹ گھوڑے وغیرہ پر نماز جائز ہے اگر وہی عذر پائے جاویں مثلاً اترنے میں خوف ہلاک وغیرہ ہو یا اترنا اس کے بس میں ہو۔(اور یہ عذر اخیر جہاز رانوں کے لئے ہے جو اس کے اتارنے یا ٹھہرانے پر قادر ہیں متحقق نہ ہوگا۔) تب تو اس پر نماز جائز ہے اور علاوہ ایسے عذروں کے جائز نہیں اس جہاز کو مثل دریائی جہاز کہ نہ سمجھا جائے کیونکہ وہ پانی کے ذریعے زمین پر ٹھہرا ہوا ہے اور اس کا ٹھہرنا پانی پر اور پانی کا ٹھہرنا زمین پر ہے بالکل ظاہر ہے تو لہذا مولانا اشرف علی صاحب اخیر میں فرماتے ہیں کہ بغیر کسی عذر کے ہوائی جہاز پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔(۶)

اسی طرح اس مسئلہ کے بارے میں دوسرے فقہاء کرام سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس دوران اشارے سے نماز پڑھ لے مگر پھر اسکا دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔(بحوالہ بحرالرائق الخلاصۃ وفتاویٰ قاضی خان وغیرہ کے) صاحب جدید فقہی مسائل اس بارے میں لکھتے ہیں۔

کہ زمین کی طرح ہوگی جہاز پر بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے اس لئے کہ شریعت نے نہ صرف خانہ کعبہ بلکہ اس کے مقابل آنے والی پوری فضاء کو قبلہ کا درجہ دیا ہے تا کہ اونچی سے اونچی اور بلند جگہ سے نماز ادا کی جاسکے (شیخ عبدالرحمٰن الجزیری مصری نے بھی ہوائی جہاز کو کشتی پر قیاس کرتے ہوئے اس میں نماز کو درست قرار دیا ہے۔)

دراصل شریعت کا اصل منشاء یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز ہو جس پر انسان کی پیشانی ٹیک سکے جیسا کہ کشتی میں نماز کی اجازت ہے حالانکہ سطح زمین اور کشتی کے درمیان پانی کا ایک بے پناہ فاصلہ موجود ہے۔اس لئے ہوائی جہاز پر اس طرح نماز کی ادائیگی درست ہے جس طرح زمین پر۔(۷)

مولانا مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک ہوائی جہاز زمین پر کھڑا ہے یا زمین پر چل رہا ہے اس وقت تک تو وہ ریل کے حکم میں ہے اس پر نماز بلا اتفاق جائز ہے۔لیکن جب وہ پرواز کررہا ہو تو اس حالت میں بغیر عذر کے نماز جائز نہیں انہوں نے عذر کی وجہ یہ بتلائی کہ اگر اندیشہ ہو کہ جہاز کے منزل پر پہنچنے تک نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو پھر اس مجبوری کے باعث جہاز میں نماز پڑھ سکتا ہے۔(۸)

مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ علماء کرام نے اس ضمن میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ سجدہ زمین پر پیشانی ٹیکنے سے نماز

درست ہو جاتی ہے تو جہاز پر یہ بات نہیں پائی جاتی اس لئے وہ اس مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ احتیاط اسی میں کی جائے کہ نماز کی ادائیگی صحیح طور پر ادا کی جائے۔

بہرحال علماء کرام کے نزدیک یہ بات بہت اہم ہے کہ نماز کی ادائیگی صحیح طور پر ادا ہو یعنی اس کے تمام ارکان احسن طریقے سے ادا ہو سکے خاص کر سجدہ کے وقت پیشانی کا سطح زمین پر ٹیکنا۔ ان کے نزدیک سجدہ کرنے کی جگہ میسر نہیں ہوتی اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ بغیر کسی عذر کے ہوائی جہاز پر نماز ادا نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ آجکل سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ ہوائی جہاز میں مسافر بڑے آرام کے ساتھ سفر کر سکتا ہے اور اس کو وہاں ہر طرح کی سہولت بھی میسر ہوتی ہے اور ہوائی جہاز میں اتنی گنجائش بھی ہوتی ہے کہ دوران سفر نماز کے وقت ختم ہو جانے کا خطرہ ہو تو ہوائی جہاز کے اندر نماز صحیح طور پر ادا کر سکتا ہے۔

مسئلہ: مسافت سفر برائے قصر مسافت سفر جس میں قصر واجب ہے کتنی ہے؟

اس سلسلہ میں فقہاء کرام اور موجودہ دور کے علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں۔ امام مالک اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور اکثر فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ کم از کم چار برید کی مسافت ہونی چاہیے۔ (نقلاً عن عمدۃ القاری ج سوم ص۔ ۵۳۱)(۹)

اور بقول حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کہ برید ۱۲ میل کا ہوتا ہے۔ لہذا چار برید ۴۸ میل ہوں گے۔(۱۰)

اور یہ چار برید ۱۴ ۱۴ میل کی تین منزل ہوتی ہے لیکن مقدار میل میں مختلف فیہ ہے۔ تعین کی تفصیل بھی دوسرے ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسافت کا اعتبار نہیں بلکہ امام صاحب کے نزدیک اعتبار وقت کا ہے کہ اتنا طویل راستہ جس کو تین دنوں میں اونٹ یا اس رفتار کی سواری سے طے کیا جا سکے اور یہ سفر بھی صرف دن میں معمول کے مطابق ٹھہراتا ہوا چلا جائے اور رات کو چلنا موقوف کر دے اس لئے بعض علماء کرام نے بجائے تعین مسافت کے فتوی تین دن کے مسافت پر دیا ہے۔(۱۱)

پھر ان تین دن کی مسافت اور تین مراحل کی تعین بعض علماء کرام نے انگریزی میل کے لحاظ سے ۴۸ میل سے کر دی ہے۔(۱۲)

احناف نے میلوں کی تعین کے معتبر نہ ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ تین دن رات کی مسافت جو اصل مذہب ہے وہ راستوں کے اختلاف سے مختلف ہو سکتی ہے کیونکہ صاف راستہ پر اگر انسان ایک دن میں سولہ میل چل سکتا ہے تو دشوار گزار راستہ میں بارہ میل مشکل سے طے کر سکے اور پہاڑی راستوں میں نو یا آٹھ میل میں طے کرنا بھی مشکل ہے۔ اس لئے میلوں کی تعین مناسب نہیں بلکہ جیسا راستہ ہو اس کے حساب سے جس قدر میل باآسانی تین دن میں طے ہو سکیں وہی مسافت قصر ہے لیکن تین دنوں کے سفر تعین ہر شخص کے لئے دشوار ہے اس لئے علماء کرام نے ۴۸ میل پر فیصلہ کیا۔ ۴۸ میل سے کم مسافت پر سفر شمار نہ ہوگا اور نہ قصر کی گنجائش ہوگی یہ مسافت صرف عام سواریوں میں نہیں بلکہ

تیز رفتار سواریاں ٹرین موٹر کار، ہوائی جہاز اور سمندری جہاز سب کے لئے یکساں ہیں اگر چہ یہ مسافت ان کے ذریعہ کتنے ہی کم وقت میں کیوں طے نہ کیا جائے۔ لیکن پھر بھی مسافر کو نماز قصر اور روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہوگی۔ (۱۳)

کنز الدقائق میں لکھا ہے ترجمہ: جو شخص درمیانی چال سے تین روز کا سفر کرنے (یعنی تین منزل طے کرنا) کے ارادے سے روانہ ہو کر اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے خواہ وہ سفر خشکی کا ہو یا دریا کا یا پہاڑ کا ہو وہ چار فرضوں کو دو پڑھے گا۔ آگے لکھا ہے کہ تین روز سے کم کے سفر میں جو تقریباً چھتیس کوس کا ہوتا ہے اس سے کم میں نماز قصر نہ کی جائے اس لئے مصنف نے یہ قید لگائی ہے۔ (۱۴)

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ قصر نماز کے لئے ایک منزل ۱۶ اور تین منزل ۴۸ میل کے برابر ہوتی ہے اور ۴۸ میل کے ۷۸ کلومیٹر بنتے ہیں۔ پس جس نے اپنی آبادی سے اتنی مسافت طے کرنے کی نیت سے سفر شروع کیا تو وہ نماز قصر ادا کرے گا یہ نماز قصر کا حکم صرف پہلے وقتوں کے لئے نہیں تھی بلکہ قیامت تک کے لئے ہے۔ (۱۵)

اس مسئلے کے بارے میں فقہاء اور علماء حضرات نے نماز قصر کے بارے میں جو آراء دی ہیں ان کے نزدیک مسافت قصر ۴۸ میل ہے۔ وہ آج کل کے حساب سے ۷۸ کلومیٹر بنتے ہیں، کے مسافر مقام سے جب اتنی مسافت طے کرنے کی نیت سے روانہ ہوگا تو وہ چار فرضوں کی جگہ دو فرض پڑھے گا۔ مغرب کی نماز کے وقت صرف تین فرض اور عشاء کی نماز کے وقت دو فرض اور ساتھ تین وتر ادا کرے گا۔

مسئلہ: خطبہ جمعہ غیر عربی زبان میں جمعہ کے خطبہ کے لئے عربی زبان ضروری ہے یا غیر عربی زبان، اردو، فارسی، یا دیگر علاقائی زبانوں میں دیا جا سکتا ہے؟

اس بارے میں جو مسائل بتلائے گئے ہیں وہ زیر نظر یہ ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحئیؒ نے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں باوجود عربی پر قدرت کے غیر عربی میں خطبہ جائز ہے۔ (۱۶) اور صاحب جدید فقہی مسائل بھی فرماتے ہیں کہ میری رائے بھی یہ ہے کہ خطبہ عربی زبان میں ہو لیکن اگر غیر عربی میں خطبہ دیا جائے تو بلا کراہت جائز ہے۔ اور بدعت نہیں ہے۔ چونکہ دلائل متعارض ہیں اس لئے دلائل کے تعارض کے پیش نظر غیر عربی میں خطبہ کو بدعت کہنا مناسب نہ ہوگا۔ (۱۷) جبکہ صاحبین کا قول یہ ہے کہ جب عربی پر قدرت ہو تو غیر عربی میں خطبہ دینا ناجائز ہے۔ ہاں اگر عربی جاننے والا کوئی نہ ہو تو غیر عربی میں بھی گنجائش ہے۔ صاحب جدید فقہی مسائل نے بحوالہ ہدایہ نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا تھا اکابر علماء دیوبند۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس بات کے قائل ہیں کہ خطبہ غیر عربی میں پڑھنا جائز نہیں۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اس پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ "لاعجوبة في عربية خطبه العروبية" (۱۸)

بہر صورت جو حضرات خطبہ کی عربیت کے قائل ہیں ایک تو اس وجہ سے کہ قرآن مجید میں فاسعوا الی

ذکر اللہ (الجمعہ) بہت سے مفسرین نے ذکر اللہ خطبہ مراد لیا ہے حدیث میں ہے ترجمہ: جب امام خطبہ کے لئے نکل جائے تو کسی قسم کی نماز اور بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یعنی خاموش رہنا ہے اس خاموشی کو قرآن پاک نے کہا ہے۔ ترجمہ: ''جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش ہو کر کے سن لو'' بیان سے ہے کہ یہ آیت اور حدیث دونوں خطبہ کے متعلق ہیں۔ آیت میں کہا جا رہا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو۔ یہ الفاظ عام ہیں اور حالت خطبہ کو بھی شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن کو عربی ہی میں پڑھا جاتا ہے اور ان کا احترام اور اس کا سننا واجب ہے اس کے علاوہ خطبہ میں یہ ضروری نہیں کہ سامعین اس کو سمجھ لیں آپ ﷺ کے سامنے جب کوئی آدمی کسی بھی علاقہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی زبان غیر عربی ہوتی مگر پھر بھی آپ ؐ سے غیر عربی میں خطبہ دینا ثابت نہیں ہے۔

اس بات کا واضح ثبوت ہے خطبہ عربی ہی میں ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو دنیا کے مختلف شہروں میں بھیجا گیا ہے۔ انہوں نے جمعہ کی نمازیں پڑھائیں اور خطبہ بھی دیا۔ لیکن کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ عجموں کے ملک میں پہنچ کر غیر عربی۔ (عجمی زبان) میں خطبہ دیا ہو اس لئے خطبہ غیر عربی کو ہمارے بعض علماء نے مکروہ بلکہ بدعت لکھا ہے۔ (۱۹) جیسا کہ جواہر الفقہ اور احسن الفتاویٰ میں موجود ہے۔ اور جن کتابوں میں خطبہ جمعہ کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس سے بھی جواز مع الکراہت مراد ہے اس لئے کہ جواز اور کراہت میں کوئی منافات نہیں اس کے بالمقابل صاحب جدید فقہی مسائل کی رائے یہ بھی ہے کہ خطبہ جمعہ افضل اور بہتر ہے کہ عربی زبان میں ہو مگر غیر عربی جیسے اردو وغیرہ دیگر زبانوں میں بھی بلا کراہت کے جائز ہے بدعت نہیں ہے اب فاسعوا الی ذکر اللہ اور تعامل صحابہ کا نہ ہونا، اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آیت میں جس طرح ذکر اللہ سے خطبہ مراد لیا گیا ہے اسی طرح سے بہت سے مفسرین نے اس سے نماز جمعہ بھی مراد لی ہے۔ باقی صحابہ کا تعامل (عمل) عربی پر رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصولی طور پر تعامل صحابہ احناف کے ہاں موجب نہیں بلکہ ہمیشہ اس سے وجوب ثابت ہوا نیز صحابہ کرامؓ سے غیر عربی میں اس کا ثبوت اس لئے بھی نہیں کہ اس وقت عربی زبان کو ترقی حاصل تھی وہ کسی اور زبان کو نہیں تھی۔ اس لئے غیر عربی میں انہوں نے خطبہ نہیں دیا نیز جواز کے دلائل اور عدم جواز کے دونوں متعارض ہیں تو عند التعارض دیگر زبانوں میں خطبہ کو بدعت سے موسوم کرنا مناسب نہ ہوگا۔ (۲۰)

حاصل یہ ہے کہ جمعہ کے خطبہ کو عربی میں پڑھنا اس لئے بہتر ہے کیونکہ خطبہ میں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور وہ اسلام کی سرکاری زبان عربی ہے اس لئے عربی ہی میں خطبہ دینا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ امام صاحب خطبہ سے پہلے اردو زبان یا پھر ہر علاقائی زبان میں تقریر کر سکتا ہے۔ عربی خطبہ پڑھنے سے اسلام کی ہیبت ثابت ہوتی ہے اور پڑھے لکھے لوگ اس کو سمجھنے کے لئے عربی جاننے کی کوشش ضرور کریں گے۔

مسئلہ حالت صوم میں انجکشن اور گلوکوز اور خون چڑھانے کا حکم: انجکشن کے ذریعے جو چیزیں انسان کے جسم

میں داخل کی جاتیں ہیں وہ مفسد صوم نہیں ہیں اس لئے کہ وہ عموماً رگوں کے واسطہ سے قلب اور دماغ تک پہنچتی ہیں جس کو فقہاء کرام منفذ کہتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے ان کی رسائی دماغ اور قلب تک نہیں ہوتی۔

فقہاء کرام نے دو قسم کے زخموں میں دوا ڈالنے کو مفسد صوم کہا ہے (ایک آمہ۔ دوم جائفہ) آمہ سر کے اس گہرے زخم کو کہتے ہیں جو دماغ تک پہنچ گیا ہو اور اس کے ذریعے سے دوا بھی وہاں تک پہنچ جاتی ہو۔

۲۔ جائفہ: پیٹ کے اس زخم کو کہتے ہیں جو معدہ تک گہرا ہو اور اس کے ذریعے دوائیں پیٹ تک پہنچ جاتی ہوں۔

اس طرح سے گویا کہ یہ زخم معدہ اور دماغ تک پہنچنے کے لئے ایک قسم کا بلا واسطہ راستہ اور منفذ پیدا کرتے ہیں اس ان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی زخم ہو تو اس پر دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اگرچہ ان پر ڈالی گئی دوائیں بالواسطہ دماغ یا معدہ تک پہنچ جاتی ہوں مگر وہ مفسد صوم نہیں۔ چنانچہ صاحب جدید فقہی مسائل نے بحوالہ ہدایہ نقل کیا ہے۔ ولو داوی جائفة او آمته بدواء فوصل الی جوفه اور دماغه افطر عند ابی حنیفة والذی یصل هو الرطب۔

ترجمہ: اگر پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچے ہوئے زخم کا دوا کے ذریعے علاج کرے پھر دوا اس کے پیٹ تک پہنچ جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح سے تو مرطوب دوا پہنچ سکتی ہے (بحوالہ الہدایہ ج اول۔ ص ۲۰۰)

(۲) عورتوں کی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں اگر کوئی چیز رکھی جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اس لئے کہ عورتوں کے اندر یہ فطری منفذ موجود ہے جو بطن تک پہنچتا ہے، برخلاف اس کے اگر مردوں کے عضو تناسل میں کوئی چیز ڈالی جائے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ معدہ اور اس نالی کے درمیان براہ راست منفذ نہیں ہے کہ دوا معدہ تک پہنچ جائے بلکہ مثانہ کا واسطہ ہے جہاں سے قطرہ قطرہ کر کے نیچے پیشاب جمع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مصنف جدید فقہی مسائل بحوالہ فتاویٰ عالمگیری نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ان اقطر فی احلیله لایفسد صومه عند ابی حنیفه و محمد وفی الاقطار فی اقبال النساء یفسد بلاخلاف وهو الصحیح۔

ترجمہ: ''اگر مرد کے پیشاب کی راہ میں کوئی قطرہ ڈال دیا جائے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں روزہ نہیں ٹوٹے گا'' لیکن عورت کی شرمگاہ میں قطرہ ٹپکانے سے روزہ بلا اختلاف فقہاء کرام ٹوٹ جائے گا، اور یہی صحیح ہے۔ (بحوالہ از فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۲۵۳)

(۳) کان اور ناک اور سرین کے راستہ سے معدہ یا دماغ تک پہنچنے والی چیزوں کو فقہاء کرام نے مفسد صوم اس لئے قرار دیا ہے کہ ایسے راستے موجود ہیں جن سے دوائیں اور غذائیں معدہ یا دماغ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس لئے علامہ کاسانی فرماتے ہیں۔

ترجمہ: مفسدات صوم میں سے وہ دوائیں بھی ہیں جو معدہ یا دماغ تک فطری شگاف سے کان ناک اور سرین کے ذریعے پہنچے مثلاً ناک کے ذریعے چڑھایا جائے یا حقنہ دیا جائے یا کان میں قطرے ڈالے جائیں وہ معدہ یا دماغ تک پہنچ جاتے ہیں۔ (۲۱)

مولانا اشرف علی تھانویؒ اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انجکشن کے ذریعے جو دوا جوف عروق میں پہنچائی جاتی ہے اور خون کے ساتھ شرائین اور ردہ میں اس کا سریان ہوتا ہے جوف دماغ یا جوف بدن دوا نہیں پہنچتی اور فساد صوم کیلئے مفطر کا جوف دماغ یا جوف بطن میں پہنچنا ضروری ہے مطلقاً کسی عضو کے جوف یا عروق کے جوف میں پہنچنا مفسد صوم نہیں۔ لہذا انجکشن کے ذریعے جو دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۲۲)

اس ضمن میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کسی چیز کا بدن کے کسی حصہ کے اندر داخل ہو جانا مطلقاً روزہ کو فاسد نہیں کرتا انجکشن کے ذریعے بلاشبہ دوا یا اس کا اثر پورے بدن کے ہر حصہ میں پہنچ جاتا ہے۔ مگر یہ پہنچنا منفذ اصل کے راستہ نہیں بلکہ عروق (رگوں) کے راستہ سے یہ راستہ منفذ اصلی نہیں ہے اس لئے کہ گرمی کے موسم میں کوئی شخص ٹھنڈے پانی سے غسل کرتا ہے تو پیاس کم ہو جاتی ہے کیونکہ پانی کے اجزا مسامات کے راستہ سے اندر جاتے ہیں مگر اس کو کسی نے مفسد صوم نہیں قرار دیا۔ اس سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ گلوکوز وغیرہ کے انجکشن ایسے ہیں کہ ان کے ذریعے بدن کو غذا جیسی قوت پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے ان کا حکم غذا کا سا ہونا چاہیے؟ جواب واضح ہے کہ قوت پہنچانا مطلقاً مفید نہیں ہے جیسے ٹھنڈک پہنچانا مفسد صوم نہیں ہے بلکہ منفذ اصلی کے راستہ سے کسی چیز کا جوف معدہ یا دماغ میں پہنچنا مفسد ہے وہ انجکشن میں نہیں پایا جاتا۔ (۲۳)

بعض بزرگوں نے اس بات پر کہ خون اور گلوکوز کو چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور یہ بھی مثال پیش کی ہے کہ سانپ کے کاٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا حالانکہ اس سے پورے جسم میں زہر پھیل جاتا ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ فطری منفذ سے نہیں چڑھتا۔ مگر صاحب جدید فقہی مسائل مولانا خالد سیف اللہ صاحب فرماتے ہیں یہ رائے اسلئے صحیح نہیں کہ سانپ کے کاٹنے سے جسم کی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ جسم میں مزید فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ منہ کی راہ سے جو چیز معدہ تک پہنچ جائے اس سے بدن کی اصلاح ہوتی ہو یا نہیں ہر حال میں وہ مفسد صوم ہے، برخلاف اس کے کسی اور راہ سے کوئی چیز جسم میں داخل کی جائے اور معدہ تک پہنچ جائے اس سے اصلاح بدنی ہوتی ہے تو مفسد صوم ہوگا ورنہ نہیں۔ موصوف ہدایہ سے اپنی تائید پیش فرماتے ہیں کہ اگر کان میں کوئی دوائی ڈالی جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے چونکہ اس سے اصلاح بدنی ہوتی ہے برخلاف اس کے اگر پانی ڈالا جائے تو مفسد صوم نہیں۔ (۲۴)

حاصل یہ ہے کہ انجکشن کے ذریعے بدن میں چاہے خون چڑھایا جائے یا دواوہ مفسد صوم نہیں اور گلوکوز وغیرہ کی بھی یہی نوعیت ہے کہ وہ رگوں کے توسط سے معدہ تک پہنچ جاتا ہے۔ دماغ اور معدہ کے منافذ کے ذریعے سے نہیں پہنچ جاتا اس لئے اس سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

مسئلہ: صدقہ فطر کی مقدار: صدقہ فطر کی مقدار کے بارے میں جن فقہائے حضرات اور علمائے کرام نے اس کے جو اصول بتائے ہیں یا اس بارے میں جو آراء دی ہیں ان کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ صدقہ فطر کی مقدار کے متعلق سنن ابی داؤد شریف میں بتلایا گیا ہے۔

ترجمہ: ''عبداللہ بن عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع مقرر فرمایا پھر راوی عبداللہ بن مسلم نے مالک کے سامنے قرات کی جو روایت کی ہے اس میں رمضان سے فطر کی زکوٰۃ کا لفظ ہے۔ کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع مسلمانوں میں سے ہر ایک آزاد و غلام اور مذکر و مونث پر مقرر کیا گیا ہے۔ (۲۵)

امام مسلم فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک صاع کھجور یا جو فرض کیا گیا ہے آزاد و غلام، مرد و عورت پر، آگے لوگوں نے تجویز کیا دو مد گندم کی قیمت میں اس کے برابر ہوتے ہیں۔ صدقہ فطر نکالتے وقت آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک صاع طعام کا یعنی گندم کا ایک صاع یا جو یا کھجور کا یا پنیر یا انگور کا۔ (۲۶)

اس ضمن میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر ایک شخص کی طرف سے موافق سہارنپور کی تول کے ڈیڑھ شار پختہ گندم دیئے جائے یا صاع تین سیر کا ہوتا ہے اور مَد اس کی چوتھائی اور مُد و صاع بمذہب حنفی ہیں اور اس کے موافق حساب کریں اور تولہ دو تولہ کی کمی وزیادتی شرعاً مضر نہیں۔ (۲۷)

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ عیدالفطر میں صدقہ اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اول تو اس کے سبب عیدالفطر کے شعار الٰہی میں سے ہونے کی تکمیل ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ اس میں روزہ داروں کے لئے پاکی اور ان کے روزہ کی تکمیل ہے، جس طرح نماز میں فرائض کی تکمیل کے لئے سنتیں مقرر کی گئی ہیں۔ ایسے ہی صدقہ فطر مقرر ہوا ہے اور اس کا دینا ہر مسلمان پر ضروری ہے مقدار صدقہ فطر ایک صاع جو یا چھوہارے یا نصف صاع گندم۔ (۲۸)

صاحب احسن المسائل کنزالدقائق سے ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گندم یا گندم کا آٹا یا ستو یا کشمش ہے تو نصف صاع دے اور اگر چھوہارے یا جو ہیں تو ایک صاع اور صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور رطل کا تخمینہ آدھ سیر کا ہے۔ (۲۹)

صاحب مجموعہ الفتاویٰ مولانا عبدالحیٔ صاحب فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر میں گندم دینا ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گندم کی قیمت دینا زیادہ مستحب ہے۔ کیونکہ روپیہ سے کافی کام نکل سکتا ہے۔ (۳۰)

مولانا عبدالشکور فاروقی صاحب اپنی تصنیف میں صدقہ فطر کی مقدار بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صدقہ فطر

میں گندم اوراسکے آٹے یاستو کا آدھا صاع ہر شخص کی طرف سے ہونا چاہیے اور چھوہارے یامنقہ یا جو کا ایک صاع۔ (۳۱)

دینی مسائل اوران کے حل میں مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ گندم یا گندم کا آٹا یا ستو پونے دو سیر مگر احتیاطاً دوسیر دے دیا جائے جواور جو کا آٹا اس کا دگنا دیا جائے' چنے اور جوار اس قدر دیئے جائیں کہ جس کی قیمت گندم کے برابر ہوں۔ چاول چھوہارے منقہ دیا جاسکتا ہے اگر جو گندم کے علاوہ چاول مکئی باجرہ وغیرہ دینا ہوتو اس کا وزن پونے دوسیر گندم یا ساڑھے تین سیر جو کی قیمت کے برابر دیا جاسکتا ہے۔ (۳۲)

جدید فقہی مسائل میں لکھا ہے کہ صدقہ فطر گندم سے نصف صاع اور شعیر کشمش سے ایک صاع دے یا اس کی قیمت ادا کرے گا۔ (۳۳) اور مولانا مفتی محمد شفیع صدقہ فطر کی مقدار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ گندم سے صدقہ فطر کی مقدار واجب نصف صاع ہے اور نصف صاع حساب کے لحاظ سے ۸۰ تولہ کے سیر سے ڈیڑھ سیر تین چھٹانک کا ہوا اور دوسرے حساب سے ڈیڑھ سیر تین چھٹانک تک ڈیڑھ تولہ اور تیسرے حساب سے پونے دوسیر تین ماشہ جن میں زائد سے زائد سوا پانچ تولہ کی زیادتی ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ۸۰ تولہ کے حساب سے پونے دوسیر گندم صدقہ فطر ہر ایک آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دے گا۔ (۳۴)

حاصل یہ ہے کہ روزوں کے اختتام پر نماز عید سے قبل ہر مرد از ادغلام پر یہ لازم ہے کہ وہ صدقہ فطر ادا کرے گا غرباء اور مساکین لوگوں کو۔ آپ ﷺ نے صدقہ فطر دینے والے کو بہت بڑے ثواب کا مستحق ٹھہرایا ہے اور فقہاء اور علماء کرام نے شریعت اسلامی کی روشنی میں صدقہ فطر کی جو حد مقرر کی ہے وہ کم سے کم پونے دوسیر گندم یا اس کے برابر رقم سکہ رائج الوقت کے حساب سے لیکن چونکہ آج کل وزن کلوگرام کے حساب سے چلتا ہے تو پھر وہ دوکلو گندم یا اس کے مساوی رقم دے گا اور اگر وہ اس سے زیادہ بھی دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

<u>مسئلہ: مشین سے جانور کو ذبح کرنا:</u> آج کل جانوروں کو تکلیف سے بچانے کی غرض سے مشینی طریقہ پر ذبح کرنے کا عمل لایا گیا ہے۔ جس میں یہ ہوتا ہے کہ جانور کو ذبح سے قبل کسی طرح بے ہوش کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد ذبح کیا جاتا ہے' اور کوئی شخص جانوروں کو چھروں کے سامنے کر دیتا ہے پھر اس کے بعد یہ چھرے خود بخود چلنے لگتے ہیں سوال یہ ہے کہ ایسے طریقہ سے ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

۱۔ مشینی ذبیحہ میں اتنی بات متعین ہے کہ اگر جانور کی عروق ذبح یعنی وہ رگیں اور نالیاں جن کا کاٹنا واجب ہے نہیں کاٹی گئی یا ذبح کرنے والا مسلمان یا کتابی نہیں ہے یا سب کچھ ہے مگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا قصداً چھوڑ دیا ہے یا کسی غیر اللہ کا نام اس پر ذکر کیا تو وہ ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ کسی بھی مشین کے ذریعے شرائط مذکورہ کی خلاف ورزی نہ ہو تو اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اوران میں سے اگر ایک شرط بھی فوت ہوجائے تو ذبیحہ حرام ہے۔ مولانا صاحب نے

اس بارے میں دیگر علمائے کرام کی طرف سے درج ذیل شرائط کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جن کی رعایت کرتے ہوئے ایسے ذبیحہ کو حلال کہا جاسکتا ہے۔

علماء کرام کی شرائط یہ ہیں:

۱۔ مسلمان یا اہل کتاب میں سے کوئی بھی شخص جانور ذبح کرے تو وہ اللہ کا نام لے۔ یا بسم اللہ پڑھے یعنی مشین کا بٹن دبانے والا شخص مسلمان یا اہل کتاب میں سے ہو۔

۲۔ مخصوص رگوں کا کاٹا جانا ضروری ہے اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ مشین کے ان چھروں کے سامنے جو شخص جانور کی گردن کو لاتا ہے وہ بھی ذبح کرنے والے شخص کا معاون اور مددگار ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ مدد نہ کرتا تو عین ممکن تھا کہ وہ چھرے اس جانور کی گردن پر نہ گرتے۔ اس لئے احتیاطاً یہ شخص بھی ذبح کرنے والا شمار کیا جائے گا۔ اور اس کا بھی مسلمان اور اہل کتاب میں سے ہونا ضروری ہے۔

۳۔ جانور ذبح کرتے وقت یہ بھی ضروری ہے کہ مشین ایسی نہ ہو کہ جھٹکے سے جانور کی گردن کو الگ کردے۔ اگر ایسی مشین ہوئی تو اس کا ذبیحہ مکروہ قرار پائے گا۔

۴۔ جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ مکروہ ہے ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر جانور کو مشین سے ذبح کیا جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔ (۳۵)

ان کے علاوہ مفتی کفایت اللہؒ اپنی تصنیف کفایت المفتی میں لکھتے ہیں کہ ذبیحہ کی حلت کے لئے ذابح کا مسلمان یا کتابی ہونا شرط ہے کیونکہ غیر مسلمان اور غیر کتابی کا ذبیحہ حلال نہیں۔ غیر کتابی سے مراد اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا ہو یا بتوں کو پوجتا ہو۔ پس اس ضمن میں جاٹوں یا سکھوں کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ (۳۶)

<u>مسئلہ کبوتر بازی:</u> کبوتر اور پتنگ بازی کو علماء کرام پسندیدگی سے نہیں دیکھتے۔ تفسیر معارف القرآن میں آیا ہے کہ بعض کھیل ایسے ہیں جن کو آپ ﷺ نے خاص طور پر منع فرمایا ہے اگرچہ ان میں کچھ فوائد بھی بتلائے جاویں مثلاً شطرنج، چوسر وغیرہ اگر انکے ساتھ ہار جیت اور مال کا لین دین ہو تو یہ جوا ہے اور قطعی حرام ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ جو شخص چوسر کھیلتا ہے وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے اپنے ہاتھ سے خنزیر سے رنگے ہوں۔ اسی طرح شطرنج کھیلنے والے پر لعنت دی گئی ہے۔ اسی طرح کبوتر بازی کو بھی آپ ﷺ نے ناجائز قرار دیا ہے انکی ممانعت کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ عموماً آدمی اسمیں مشغول ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ضروری کام یہاں تک کے نماز اور عبادات سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ (۳۷)

اسی طرح حدیث میں بیان کیا جاتا ہے۔ ترجمہ: ”آپ ﷺ نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے بھاگتے ہوئے دیکھا تو فرمایا شیطان شیطانی کا پیچھا کر رہا ہے۔“

اس حدیث میں کبوتر کے ساتھ کھیلنے والے کو بطور وعید کے شیطان قرار دیا گیا ہے اس لئے آپ ﷺ کے ان

الفاظ کے استعمال ہوتے ہوئے اس کام کو کس طرح پسندیدہ کہا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس عمل کو ناپسندیدگی کی نظر سے اس لئے دیکھا ہے کہ اس عمل سے انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ فضول کام ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہاں کبوتر پالنا اور اس کے ساتھ محبت کرنا جائز ہے اور اس کا اڑانا سخت ناجائز ہے اور گناہ ہے۔ (۳۸)

صاحب جدید فقہی مسائل فرماتے ہیں کہ کبوتر بازی ہی پر پتنگ بازی کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے یہ کراہت عام حالات میں تو ہے اور اگر اس کے ساتھ جُوا اور دوطرفہ شرط بھی ہو تو بھی حرام کاری اور سخت گناہ کا باعث ہے۔ (۳۹)

صاحب امداد المفتین نے تو صراحتاً لکھا ہے کہ کبوتر بازی اور بٹیر بازی اس قسم کے کھیل چونکہ بے فائدہ اور بے مقصد ہیں تو اس لئے یہ کام ناجائز ہیں۔ (۴۰) اور صاحب کفایت المفتی فرماتے ہیں کہ آج کل جس طرح کی کبوتر بازی کی جاتی ہے یہ سخت ناجائز اور حرام ہیں اس میں کتنی ایسی باتیں ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں۔

۱۔ کوٹھوں پر چڑھنا۔ ۲۔ اور پڑوسیوں کے پردہ کی پرواہ نہ کرنا ۳۔ تالیاں اور سیٹیاں بجانا

۴۔ دوسروں کے کبوتر پکڑنا اور پھر ان کو واپس نہ کرنا ۵۔ اس طرح شور مچانا کہ نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالنا یا ان کے خیالات کو پریشان کرنا یہ تمام کام سخت گناہ ہیں اس لئے آج کل کی کبوتر بازی بالکل ناجائز اور حرام ہیں۔ (۴۱)

﴿ حوالہ جات ﴾

۱۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ ج اول ص ۹۹ ' مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۳۷۹ء

حضرت مولانا رشید احمد لدھیانویؒ ' احسن الفتاویٰ جلد دو ص ۱۹' ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۔ مولانا خالد سیف اللہ صاحب' جدید فقہی مسائل ص ۳۳' بک لینڈ کمپنی لاہور ۱۴۰۴ھ

۳۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ 'الات جدیدہ ص ۱۳۶' ادارہ المعارف کراچی ۱۹۸۳

۴۔ مولانا رشید احمد لدھیانوی صاحب ' احسن الفتاوی جلد ۴' ص ۹۰' ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۵۔ مولانا محمد برہان الدین سنبھلی' جدید مسائل کا شرعی حل' ص ۱۳۱' ادارہ اسلامیات کراچی' لاہور نیو طبع ۲۰۰۰ء

۶۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ 'امداد الفتاوی ج اول ص ۳۹۵' مکتبہ دار العلوم کراچی' ۱۳۷۹ھ

۷۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ' جدید فقہی مسائل اول 'ص ۵۹' بک لینڈ کمپنی لاہور ۱۴۰۴ھ

۸۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' رفیق سفر واحکام سفر ص ۴۶' دار الاشاعت کراچی ۱۹۹۴ء

۹۔ مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب' احسن الفتاویٰ جلد ۴' ص ۹۲' ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۰۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' جواہر الفقہ 'جلد اول ص ۴۳۸' مکتبہ دار العلوم کراچی نیو طبع ۲۰۰۴ء

۱۱۔ مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ فتاوی محمودیہ جلد ۲' ص ۲۶۰' کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

مترجم مولانا عبد الحئی صاحب' مجموعہ فتاوی جلد اول ص ۴۰۱' شہزاد پبلشرز جان محمد روڈ انارکلی لاہور۔

۱۲۔ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج اول ص ۱۷۱' دار الاشاعت کراچی نیو طبع ۲۰۰۱ء

۱۳۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی' جدید فقہی مسائل ص ۵۹' بک لینڈ اردو بازار لاہور ۱۴۰۴ھ

۱۴۔ مترجم مولانا محمد احسن صدیقی، احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق ص ۵۲، ایم ایم کمپنی اردو بازار کراچی
۱۵۔ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد دوم ص ۳۷۹، مکتبہ لدھیانوی بنوری ٹاؤن کراچی ۱۹۹۵ء
۱۶۔ مترجم مولانا عبدالحئیؒ، مجموعہ الفتاویٰ، جلد اول ص ۳۵۹، شہزاد پبلشرز جان محمد روڈ انار کلی لاہور
۱۷۔ مولانا خالد سیف اللہ صاحب، جدید فقہی مسائل، جلد اول، ص ۵۹، بک لینڈ اردو بازار لاہور ۱۴۰۴ھ
۱۸۔ " " " " ص ۹۰ " " "
۱۹۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، جواہر الفقہ ج اول ص ۳۵۱ تا ۳۵۳، مکتبہ دار العلوم کراچی نیو طبع ۲۰۰۴
مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، احسن الفتاویٰ قدیم ص ۲۹۸، قرآن مجید بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی
۲۰۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل، جلد اول ص ۴۱، بک لینڈ اردو بازار، لاہور ۱۴۰۴ھ
۲۱۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل، جلد اول ص ۸۵ تا ۸۷، بک لینڈ اردو بازار، لاہور ۱۴۰۴ھ
بحوالہ از 'الھدایہ عربی جلد اول، ص ۲۰۰
سید امیر علی، فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۲۵۳، فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور
۲۲۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ ج اول ص ۱۴۵، مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۳۸۵ھ
۲۳۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ الات جدیدہ ص ۱۵۶، ادارہ المعارف کراچی ۱۹۸۳ء
۲۴۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل، جلد اول ص ۸۷، بک لینڈ اردو بازار، لاہور ۱۴۰۴ھ
۲۵۔ مترجم علامہ وحید الزمان، سنن ابی داؤد شریف، جلد دوم ص ۴۰۸، حامد اینڈ کمپنی ادب منزل لاہور
۲۶۔ مترجم علامہ وحید الزمان، صحیح مسلم شریف، جلد ۳۔ ۴ ص ۱۴، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
۲۷۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۴۳۲، محمد علی خارخانہ، اسلامی کتب خانہ کراچی
۲۸۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ احکام اسلام عقل کی نظر میں ص ۱۱۰، دار الاشاعت بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱۹۷۷
۲۹۔ مترجم مولانا محمد احسن صدیقی، احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق ص ۵۷، ایچ ایم کمپنی اردو بازار کراچی
۳۰۔ مولانا عبدالحئی صاحب، مجموعہ فتاویٰ، جلد اول ص ۴۶۸، شہزاد پبلشرز جان محمد روڈ، لاہور
۳۱۔ مولانا عبدالشکور فاروقی صاحب، علم الفقہ ص ۵۱۲، دار الاشاعت اردو بازار، کراچی ۱۳۸۱
۳۲۔ مولانا احمد علی سراج، دینی مسائل اور ان کا حل ص نمبر ۳۳۷، رئیس شعبہ الاراویہ کویت ۲۰۰۰
۳۳۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، جواہر الفقہ ج اول ص ۴۲۷، مکتبہ دار العلوم کراتی نیو طبع ۲۰۰۴ء
۳۴۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل اجلد اول ص ۱۱۹، بک لینڈ اردو بازار لاہور ۱۴۰۴ھ
۳۵۔ مولانا محمد شفیعؒ، اسلامی ذبیحہ ص نمبر ۴۴، والات جدیدہ ص ۹۴، ادارہ المعارف کراچی
۳۶۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، کفایت المفتی، جلد ۸، ص ۲۶۹، مکتبہ امدادیہ ملتان
۳۷۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ، تفسیر معارف القرآن، جلد ۷، ص ۲۵، ادارہ المعارف کراچی
۳۸۔ علامہ وحید الزمان، سنن ابی داؤد جلد سوم ص ۵۷۳، حامد اینڈ کمپنی ادب منزل اردو بازار لاہور
۳۹۔ مولانا خالد سیف اللہ صاحب، جدید فقہی مسائل، جلد اول ص ۱۸۹، بک لینڈ اردو بازار لاور
۴۰۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ، امداد المفتین جلد دوم ص ۱۷۱، ادارہ المعارف کراچی، ۱۳۸۴
۴۱۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، کفایت المفتین جلد ۹ ص ۱۸۱، مکتبہ امدادیہ ملتان